تحریف شناسی عاشورا

امام شناسی کی روشنی میں

تالیف: داؤد الہامی

ترجمہ: عالمہ فاضلہ سیدہ طیبہ شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

تحریف شناسی عاشورا
امام شناسی کی روشنی میں

تالیف

داود الہامی

ترجمہ

عالمہ فاضلہ سیدہ طیبہ شرف الدین

نام کتاب ــــــــ تحریف شناسی عاشورا امام شناسی کی روشنی میں
تالیف ــــــــ داود الہامی
مترجم ــــــــ عالمہ فاضلہ سیدہ طیبہ شرف الدین
تصحیح و ترتیب ــــــــ سید رسالت حسین کوثر، سید محمد سعید موسوی
کمپوزنگ ــــــــ سید محمد صادق
ناشر ــــــــ دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان
تاریخ طبع ــــــــ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ۔ق

فارسی اور عربی نصوص اور اشعار سے مزین ہوا ہے۔ ”فضولی بغدادی“ (متوفی ۹۶۳) ترکی زبان کے مشہور شاعر نے اسکا ترکی زبان میں ترجمہ کیا اور اسکا نام ”حدیقۃ السُّعداء“ رکھا۔ (مقدمہ ”روضۃ الشہداء“ ص ۸ میں لکھا ہے کہ ”حدیقۃ السعداء“ دوسری بار جامی قیصری کے قلم سے ترکی زبان سے فارسی میں بنام ”سعادت نامہ“ ترجمہ ہوا)

”کاشفی“ نے روضۃ الشہداء میں امام حسینؑ کو ایک صوفیانہ شخصیت بتایا ہے۔ جس نے رضا و توکل کے آگے سر تسلیم خم کیا تھا۔ اس طرح کہ جب جنوں کے پادشاہ نے امامؑ کے قتل ہونے سے پہلے امامؑ کے حضور ظاہر ہو کر خبر دیا کہ وہ اجناء جو مولا علی علیہ السلام کے ہاتھوں اسلام لائے ہیں آپؑ کے ایک اشارہ کے منتظر ہیں تاکہ آپؑ کے دشمنوں کو نابود کر دیں۔ امامؑ نے اُن کی مدد قبول کرنے سے انکار فرمایا: ”قضائے الٰہی پر راضی ہوں“۔

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای　　　که بر من و تو در اختیار نگشاده است

(جو تمہیں دیا گیا ہے اسی پر راضی رہو اور پیشانی کے بل دو کیونکہ مجھ پر اور تم پر اختیار کا دروازہ بند ہے)

ایرانی معاشرہ میں روضۃ الشہداء بہت جلد اس عنوان مقبول ہو گئی کہ مجالس میں اسکا پڑھنا ایک مشغلہ کی صورت اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کو جو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور مجلس پڑھتے اور مصائب اہل بیت علیہم السلام بیان کر کے لوگوں کو رُلاتے تھے ”روضہ خوان“ کا نام دیا گیا ہے۔

(روضات الجنات، ص ۲۵۶)

اور ابھی تک عراق میں مجلس پڑھنے والے ذاکر کو ”قاری“ کہتے ہیں جو ”روضہ خوان“ کا عربی ترجمہ ہے ”قاری الروضہ“۔ (تشیع و تصوف، ص ۳۲۶)

روضہ پڑھنے والا جسے اختصار میں قاری کہتے ہیں۔

کتاب روضۃ الشہداء ایرانی شیعوں کے درمیان ہاتھوں ہاتھ پھری...... یہاں تک کہ صفویوں کے دور سے پہلے محرم اور صفر کے مہینوں میں منبر سے پڑھی جاتی تھی۔ (مقدمۂ نفیسی بہ لب لباب مثنوی)

خود اس نے روضۃ الشہداء کے مقدمہ میں لکھا ہے: "محبان اہل بیتؑ میں سے کچھ لوگ ہر سال محرم میں سید الشہداء کے مصائب کو تازہ کرتے ہیں اور انکی یاد مناتے ہیں اور فرزندان پیغمبرؐ کی عزاداری کا اہتمام کرتے ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ٦)

اور مقتل و مصائب حسینؑ کے بارے میں لکھی گئی کتابوں اور روایات کے متفرق ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے ان سب روایات کو جمع کر کے کتاب کی صورت تنظیم و ترتیب دینے کا شوق ہوا اور "روضۃ الشہداء" کی تالیف سے اس مہم کو انجام دیا ہے۔ یہاں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ممکن ہے امام حسینؑ پر گریہ نے "ہرات" میں صوفیانہ ذکر کی جگہ لے لی ہو جسے نقشبندی لوگوں نے باطل اور لغو کر دیا تھا۔

کتاب روضۃ الشہداء کی توصیف اور اس کی محتویات و مضامین پر ایک نگاہ ڈالنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ کاشفی اپنی کتاب کا آغاز مصیبت اور رنج و مشقت کی حکمت سے کرتا ہے۔ اور اسے آیۂ "ولنبلونکم"۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۵، سورۂ محمدؐ آیت ۳۱، سورۂ انبیاء آیت ۳۵) کی دلالت کے تحت ایک قسم کی آزمائش و امتحان خداوند متعال کی طرف سے جانتا ہے جو اسرار معرفت کو جاننے اور محبت کی طریقت کا لازمہ چیز جانتا ہے۔

ہر کہ در این بزم مقرب تراست   جام بلا بیشتر می دہند

(جو بھی اس محفل میں زیادہ مقرب ہوا سے جام بلا زیادہ دیتے ہیں)

وآنکہ زدلبر نظر خاص یافت   داغ عنا بر جگرش می نہند

(اور جس کو معشوق کی نظر خاص ملی اس کے جگر پر رنج کا داغ ڈالتے ہیں)

آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک کے تمام پیغمبروں کے مصائب کا ذکر کرنے کے بعد اپنے صوفیانہ فکر کی اس طرح تائید کی ہے کہ :

پیغمبر اسلامؐ اپنے فرزند کے قتل اور مارے جانے کی آزمائش میں مبتلا ہوئے اور ایسے مضمون کی ایک حدیث بیان کرتا ہے :

"جو بھی حسینؑ پر روئے یا رونے کی صورت بنائے اسکے لئے بہشت واجب ہو جائے گی"۔ (روضۃ الشہداء ص ۴،۶)

"من بکیٰ علی الحسینؑ او تباکیٰ وحبت له الجنة"۔

اور اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے جو اولین گواہ لے آتا ہے وہ "حلاج" کی کہاوت ہے جو خدا سے یہ دعا مانگتا تھا کہ اس کے درد و شکنجہ میں اضافہ کردے تا کہ اس کا عشق اور زیادہ ہو جائے۔ یہ نشاندہی کرلی ہے کہ کاشفی نے اپنے فلسفہ کو ایک صوفیانہ سر چشمہ سے لیا ہے۔

کاشفی نے حادثۂ عاشورا کی عارفانہ اور صوفیانہ اسلوب سے تفسیر کی ہے اور اس میں تحریفات اور تصرفات کرنے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ ایک نوع کی داستان کو افسانہ کی صورت دیدی ہے۔ مرحوم شہید مطہریؒ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں : (حماسۂ حسینی اردو ترجمہ) ج ۱۔۲ ص ۴۸)

صوفی مسلک کے شعراء حادثۂ کربلا کو عشق کی پیداوار سمجھتے ہیں اور اسی طرز فکر کی بنیاد پر توضیح و تفسیر کرتے ہیں۔ ان میں سے میرزا نور اللہ جو "تاج الشعراء" ملقب تھے اور "عمان سامانی" (۱۳۲۲۔۱۲۶۴ھ) کے نام سے مشہور ہوئے ان کا